برصغیر میں عربی ادب کا تحقیقی جائزہ اور اس کے اثرات

Arabic Literature's Research Review and its Effects in the Sub-Continent Region

ڈاکٹر قاری بدرالدین*

ABSTRACT

At the time of arrival of Muslim community in Sub-Continent Region and due to their settlement in the region Arabic Language has been prevailed and such as the system of its publication and learning has been commenced. Because the directives of Islam and laws are in the Arabic Language as per Quran & Sunna so that it is necessary to learn the Arabic language for the awareness of Islamic directions. So that to achieve the knowledge of Sharia including the expertise the peoples of Sub-continent has been achieved the expertise of Arabic language, literature, knowledge Ilmul Saraf al-khawa, knowledge of al-ishtiaq & Ilmul Balaghta etc. Moreover it is clarify that Scholar of religious have shown their expertise so that the scholar of Arab have been convinced their expertise.

The basic point of service in Arabic Language of Scholars of Sub-Continent that they do not served only to enhance the language but the cause of service was to serve themselves on religious matters and represents themselves on work hard and tried themselves to achieve the better performance of identification of Islam. A positive result and effects have been achieved as a sun shining of Islam is

---

* Assistant Professor, Deptt: of Arabic, Abdul Haq Campus, Faderal Urdu University, Kacarhi

remaining and its waves are enhancing all around the world such as the sun shining of Islam is remained in Arab world such as the publication of literature is also remaining in the Sub-Continent region in the actual shape and saved.

Because the Islam will remain till the day of judgment and its representatives/workers will born till the date such as the scholars of literatures will also born and they will save the knowledge of Arabic. They will alive till the Day of Judgment.

Keywords: Arabic Literature's, Research Review, Effects, Sub-Continent Region.

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ اورانکے یہاں بسنے کی وجہ سے عربی زبان بھی یہاں رائج ہوگئی اوراسی طرح اسکی نشرواشاعت اور سیکھنے سکھانے کا مرحلہ بھی شروع ہوگیا۔چونکہ دین اسلام کے احکامات اور شرعی مآخذ یعنی قرآن وسنت عربی زبان میں ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اسلامی احکامات سیکھنے کیلئے عربی زبان کو سیکھا جائے۔یہی وجہ ہے کہ علوم شرعیہ کے حصول اوراس میں مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ برصغیر کے باشندوں نے علوم عربیہ مثلاً علم لغت وادب، علم الصرف والنحو، علم الاشتقاق وعلم البلاغۃ وغیرہ میں بھی مہارت تامہ حاصل کی۔

یہ بھی واضح رہے کہ علماء برصغیر نے علوم عربیہ میں اپنی مہارت کے ایسے جوہر دکھائے کہ علماء عرب بھی انکی اس مہارت کے قائل ہوگئے۔علماء برصغیر کے عربی زبان کی خدمت کا ایک بنیادی پہلو یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسکی خدمت محض زبان دانی کیلئے نہیں کی بلکہ خدمت دین اور اسکی ترجمانی اوراسکی ترویج واشاعت اور اسلام سے روشناسی کیلئے خدمت اوراسکے لئے انتھک محنت وکوشش کی،اوراس خدمت وکوشش کا نتیجہ یہ نکلااوراس کے اثرات یہ ظاہر ہوئے کہ بلاد برصغیر وعجم میں بھی دین اسلام کا سورج اپنی اس آب وتاب کے ساتھ چمک رہاہے اوراسکی کرنیں ہر چارسو

پھیل رہی ہیں، جس طرح بلاد عرب میں اسلام کا سورج چمک رہا ہے اور دین اسلام علماء بر صغیر کی علوم عربیہ وادب میں محنت وکوشش سے بر صغیر میں بھی اپنی اصل صورت وشکل میں محفوظ ہے اور اسکی اشاعت ہورہی ہے۔چونکہ دین اسلام تاقیامت جاری وساری اور محفوظ رہے گا اور اسکی خدمت کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔اس طرح تاقیام قیامت علوم عربیہ وادب کی نشر واشاعت کرنے والے بھی پیدا ہوتے رہیں گے اور علوم عربیہ کو اپنی اصل شکل وصورت میں محفوظ کرتے رہیں گے اور اسکی خدمت کرنے والے ہمیشہ زندہ وجاوید رہیں گے۔

عربی زبان کی اہمیت اور اسکی فضیلت:

زیر نظر مقالہ ''بر صغیر میں عربی ادب کا تحقیقی جائزہ اور اسکے اثرات'' کی ابتداء سے پہلے عربی زبان وادب کی اہمیت اور اسکی فضیلت بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ عربی ادب کی اہمیت اور اسکی ضرورت معلوم ہوسکے۔دنیا میں جتنی اس زبان کی خدمت ہر میدان میں کی گئی ہے اتنی دوسری زبان کی خدمت نہیں کی گئی عرب تو عرب، عجمیوں نے بھی اس زبان کی دل وجان سے خدمت کی ہے۔بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ عجمی علماء نے اس زبان کی خدمت احسن طریقے سے کی ہے اور عرب علماء پر سبقت لے گئے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ان شاءاللہ ہم تفصیلاً اُن علماء کی خدمات کا ذکر کریں گے۔

عربی زبان کی اہمیت اور فضیلت محتاج بیان نہیں، کیونکہ عربی زبان مسلمانوں کی دینی اور اسلامی زبان ہے اور دین شریعت کے مآخذ عربی زبان میں ہیں۔چنانچہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ لکھتے ہیں:

''اسلام اور عربی زبان کا جو باہمی محکم رشتہ ہے، وہ محتاج بیان نہیں،اسلام کا قانون عربی زبان میں ہے۔اسلام کا آسمانی صحیفہ قرآن حکیم عربی زبان میں ہے۔اسلام کے پیغمبر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مادری زبان عربی ہے۔حضرت رسالتِ مآب ﷺ کی تمام تر تعلیمات،

ہدایات اور ارشادات کا پورا ذخیرہ عربی زبان میں ہے"[1]

یہی وجہ ہے کہ عربی زبان و ادب کو اہمیت نہ صرف عرب ممالک بلکہ برصغیر سمیت پوری دنیا میں دی جاتی ہے چونکہ شریعت اسلامیہ کے ماٰخذ اور اس کا منبع عربی زبان میں ہے اسلئے اس کا جاننا نہایت ضروری بلکہ واجب ہے کیونکہ قرآن و حدیث کا سمجھنا فرض ہے اور وہ بغیر لغت عربیہ کے نہیں سمجھا جا سکتا اور جو چیز تحصیل واجب کا ذریعہ ہو وہ واجب ہوتی ہے۔

واضح ہے کہ علوم عربیہ کئی اقسام پر مشتمل ہے جس میں علم عربی ادب کو خصوصی اہمیت حاصل ہے چونکہ زیر نظر مقالہ عربی ادب پر ہے لہٰذا ہم مختصراً عربی ادب اور اسکے بارے میں چند بنیادی باتیں اور عربی ادب کی تاریخ ذکر کریں گے۔

عربی ادب کی اکملیت:

عربی ادب کا سرمایہ متعدد وجوہ کی بناء پر بڑی وسعت اور عظیم اہمیت رکھتا ہے اس نے قدیم زمانہ میں دنیا کی تمام ترقی پسند اقوام کے علوم و فنون و ادب کو نہایت کشادہ ظرفی سے اپنے اندر محفوظ کر لیا تھا اور آج بھی یہ دنیا کی جدید علمی تحقیقات اور ادبی تصانیف کو اپنے اندر جذب کر لینے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کر رہا ہے۔ دنیا کی تمام زبانوں میں نہ صرف عربی زبان ہی کو یہ مقام حاصل ہے کہ وہ بیک وقت علوم قدیمہ و جدیدہ کا تمام ضروری کارآمد سرمایہ اپنے اندر رکھتی ہے۔ دین اسلام کا تمام بنیادی سرمایہ صرف اسی ایک زبان میں ہے اور دنیا کی کوئی دوسری زبان اس فضیلت میں اسکی شریک و سہیم نہیں بن سکتی یہی وجہ ہے کہ عربی زبان کو قدرت نے بے شمار لفظی و معنوی محاسن و فضائل سے نوازا ہے۔

عربی ادب کی تعریف:

ادب کیا ہے ؟ اسکا جواب مختلف علماء مختلف پہلوؤں میں دیتے چلے آئے ہیں۔ پہلے سمجھا

جائے کہ ادب نام ہے ایک آمیزہ کا جسمیں زبان سے متعلق جملہ علوم ہوں مثلاً صرف و نحو، معانی و بیان وبدیع، لغت واشتقاق، خط و تحریر، عروض و قافیہ، شعر و نثر وغیرہ۔

علماء عرب کا ایک گروہ اس سے آگے بڑھ کر ادب کی تعریف میں کہتا ہے کہ یہ ان تمام علوم و معارف اور جملہ معلومات پر حاوی ہے جو انسان تعلیم وتدریس کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور اس میں صرف و نحو، علوم بلاغت، شعر و نثر، امثال و حکم، تاریخ و فلسفہ، سیاسیات و اجتماعیت سب ہی شامل ہیں۔ ادب کے ضمن میں علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنی معین و محدود ہوں بلکہ اسکا اطلاق ہر اس لفظ پر ہو جاتا ہے جس کے ذریعے انسان اخلاق و آداب تعلیم و تربیت حاصل کرنے اور اپنے نفس کو شائستہ بنا کر کردار کی بلندی پیدا کرے۔ (لہٰذا) قرآن مجید عربی ادب کی بلند ترین مثالی کتاب ہے قرآن مجید نے ادب میں حریت فکر، وسعت نظر، پاکیزگی تخیل، بلندی معنی پیدا کئے ادب عربی قرآن مجید سے قبل لفظی حسن وشوکت کے ساتھ بیشتر جذبات سافلہ کی ترجمانی میں لگا ہوا تھا۔ قرآن مجید نے آکر ادب عربی کو لفظی و معنوی حسن کے ساتھ جذبات عالیہ کی ترجمانی کے آداب سکھائے اور یہ قرآن مجید کی تعلیم ہی کا فیضان ہے کہ آج عربی زبان تمام دنیا کے علوم و افکار سے بھری پڑی ہے۔ نیز کسی زبان کے شعراء و مصنفین کا وہ نادر کلام، جس میں نازک خیالات و جذبات کی عکاسی اور باریک معانی و مطالب کی ترجمانی کی گئی ہو، اس زبان کا ادب کہلاتا ہے، اسی ادب کی نفس انسانی میں شائستگی، اسکے افکار و خیالات میں جلائ، اسکے احساسات میں نزاکت و حسن اور زبان میں سلاست و زور پیدا ہوتا ہے۔ ادب کا اطلاق ان تصانیف پر بھی ہوتا ہے جو کسی علمی یا ادبی شعبے میں تحقیق کا نتیجہ ہوں۔

ادب کی تاریخ:

کون سی زبان کتنے متفرق ادوار سے گزری، مختلف زمانوں میں اسے ادباء و شعراء نے کسی

قدر نظم و نثر کا ذخیرہ دیا اور وہ کون سے اسباب تھے جو اسکی ترقی اور تنزلی اور تباہی کے باعث بنے؟ یہی وہ علمی مبحث ہے جسے ہم اس زبان کے ادب کی تاریخ کہتے ہیں۔[2]

یہ عربی زبان کی اہمیت و ادب کا بیان اور مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے ورنہ عربی زبان و ادب کی اہمیت اور اسکے تعارف کیلئے کئی اوراق درکار ہیں۔ چنانچہ عربی زبان و ادب کی اہمیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں نے علم حدیث حاصل کرنے میں چالیس ہزار دینار خرچ کئے اور علم عربیت کو حاصل کرنے میں ساٹھ ہزار دینار خرچ کئے اور کاش جو میں نے علم حدیث میں خرچ کئے علم ادب میں خرچ کرتا، لوگوں نے کہا یہ کیسے؟ تو فرمایا عربیت کی غلطی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔"[3]

یہی وجہ ہے کہ عربی زبان شریعت اسلامیہ کا مآخذ ہونے کی حیثیت سے اور اپنی غیر معمولی اہمیت کی بناء پر ہر دور میں قابل توجہ ہی رہی ہے۔ جب اسلام کا سرچشمۂ حیات عرب کی سر زمین سے پھوٹ کر اکناف عالم میں پھیل گیا تو صحابہ کرامؓ اور تابعین کے زمرہ میں شامل فاتحین جو اسلامی فتوحات کے سلسلے میں سندھ و ہند، افغانستان و بخارا سے لے کر اسپین تک نہ صرف پھیل گئے تھے بلکہ ان ملکوں کو اپنا وطن بھی بنا لیا تھا اور ان کے ذریعے ان ملکوں میں عربی زبان بھی پہنچ گئی اور اسی وقت سے برصغیر میں عربی زبان کی خدمت اور اسکے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے چنانچہ مقدمہ تاریخ ادب عربی میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ:

"ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور مسلمانوں کے سکونت و استقلال کے بعد سے عربی زبان و ادب کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے، اسلام اور عربی زبان کا ایسا لازوال رشتہ ہے کہ وہ کسی عہد اور کسی ملک میں بھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ عربی زبان میں قرآن مجید کے نزول نے اسکی ابدیت اور جہاں گیری پر آخری مہر لگا دی ہے اور اب اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ ہندوستانی

مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ عربی زبان کی اہمیت محسوس کی اور اسکو ہر دور میں سینے سے لگائے رکھا بلکہ اسکی خدمت واشاعت اور توسیع کی بلکہ کبھی کبھی انکی رہنمائی اور رہبری کا فرض بھی انجام دیا اور نہ صرف یہ کہ اہل زبان کی ہم زبانی اور ہم نوائی کی جرأت کی جو ایک عجمی قوم کیلئے سرمایہ فخر ومباہات ہے بلکہ کبھی کبھی جدت واجتہاد سے بھی کام لیا شاہراہ عام سے ہٹ کر نئی روشیں پیدا کیں اور قصر ادب میں بعض نئے نئے دریچے اور نئے روزن بھی کھولے، مثال کے طور پر اس جدت و جرأت کا سہرا ایک ہندوستانی عالم ہی کے سر ہے اس نے ایک مستند ترین معجم (لغت) کی شرح کا بیڑا اٹھایا اور اس میں زبان کی ایسی اداشناسی اور نکتہ سنجی کے نمونے پیش کئے کہ اہل زبان نے بھی اسکی زبان دانی اور دقیقہ رسی کا اعتراف کیا میرا اشارہ علامہ مجد الدین فیروز آبادی کی شہرہ آفاق لغت ''القاموس المحیط'' کی عربی شرح ''تاج العروس'' کی طرف ہے جو تیرھوی صدی ہجری کے مشہور ہندوستانی فاضل علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی معروف بزبیدی(1205ھ) کے قلم سے دس ضخیم جلدوں میں نکلی ہے اور پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔میرے علم میں نہ صرف عربی زبان بلکہ کسی دوسری زبان میں بھی کسی عظیم وضخیم لغت کی شرح کی مثال نہیں ملتی اسی طرح مختلف علوم و فنون کی اصطلاحات پر سب سے زیادہ مستند اور مفصل کتاب ایک ہندی ہی عالم کے قلم ''کشاف اصطلاحات الفنون'' کے نام سے نکلی ہے اور پوری علمی دنیا میں مقبول ہوئی اور اس کے مصنف قاضی محمد علی تھانوی بارھوی صدی کے علماء میں ہوئے ہیں۔

عربی لغت و معاجم کے میدان میں اس خدمت کے ماسوا ہندوستانی علماء نے اور میدانوں میں بھی اپنی اپنی ذہانت قوت ایجاد واختراع سے کام لیا، مولانا سید عبد الجلیل بلگرامی اور انکے نامور نواسے سید غلام علی آزاد بلگرامی نے فن بلاغت وبدیع اور فن عروض میں نئے اضافے کئے اور عربی شاعری میں ہندوستانی موزونیت طبع اور ہندی و فارسی شاعری کے پیوند لگا کر ذہن وذوق میں نئی

تحریک اور جمود و تقلید کی ساکن سطح میں نیا تیموج پیدا کیا، جسٹس کرامت حسین لکھنوی اور مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے فقہ اللسان اور المبین کے ذریعے عربی زبان کے فلسفہ لغت اور نحو و اشتقاق کے بہت سے اسرار کی نقب کشائی کی اور اپنی سلامت ذوق اور جودت طبع کے نادر نمونے پیش کیئے''۔[4]

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے بارہویں صدی ہجری کے علماء کا تذکرہ کیا اور عربی ادب کے حوالے سے انکی خدمات کا تذکرہ کیا وہیں برصغیر میں خود چودھویں صدی ہجری میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا نام نامی سر فہرست ہے،انہوں نے عربی ادب پر نہ صرف بڑوں اور علماء کی علمی پیاس بجھانے کے لئے کام کیا وہیں انہوں نے عربی ادب پر بچوں کی ذہن سازی اور انکی درستگی اخلاق و عقل کیلئے بھی بہترین کام سر انجام دیا انکی کتاب قصص النبیین بچوں کے لئے عربی ادب پر ان کا بہترین شاہکار ہے جو بچوں میں مذہبی ذہن سازی اور درستگی اخلاق پر بہترین کتاب ہے۔چنانچہ مولانا ابو الحسن علی ندویؒ اپنے بھتیجے کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

''میرے پیارے بھتیجے! میں تمہیں اور تمہارے ہم عمر بچوں کو قصے کہانیوں کا دلدادہ پاتا ہوں تم بہت شوق سے سنتے اور انہیں پڑھتے ہو، لیکن مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ تم جو کہانیاں پڑھتے ہو وہ کتے، بلی، شیر، بھیڑیوں وغیرہ کے قصے ہوتے ہیں اور تمہاری عربی کی تعلیم شروع ہو چکی ہے جو قرآن اور رسول اللہ ﷺ اور دین اسلام کی زبان ہے اسکی طرف تمہاری رغبت کم ہے، لیکن میں خود شرمندہ ہو جاتا ہوں کہ تمہاری عمر کے اعتبار سے حکایات و قصص کی صورت میں عربی ادب پر (درستگی اخلاق کے اعتبار سے) کوئی کتاب موجود نہیں سوائے حیوانات، جادو گروں اور خرافات کہانیوں کے، سو میں نے تمہارے اور تمہارے ہم عمر بچوں کیلئے انبیاء اور رسولوں کے قصے (بزبان عربی) آسان انداز میں تمہارے ذوق کے مطابق تحریر کئے ہیں اور یہ تمہارے لئے تحفہ ہیں۔''[5]

اس مذکورہ تحریر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ برصغیر میں علماء ہند نے باوجود عجمی ہونے کے عربی ادب پر اس طرح کام کیا کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا اور یہ بات قابل تحسین ہے کہ علماء ہند نے عربی ادب کے حوالے سے مثبت اور تعمیری انداز میں کام کیا، یہ بھی واضح رہے کہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے نوجوانوں اور خصوصاً عربی مدارس میں پڑھنے والے نوجوان طلباء کیلئے علمی تشنگی بجھانے اور درستگی اخلاق کیلئے عربی ادب پر ''مختارات من ادب العربی'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو کہ اسلوب کے اعتبار سے قدیم عربی ادب کے اسلوب سے الگ ہے جس میں مفید اصلاحی و معلوماتی حکایات کو جمع کیا ہے تاکہ عربی زبان وادب میں مہارت تامہ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان بچوں اور نوجوانوں میں اخلاق حمیدہ بھی پیدا ہوں۔ چنانچہ مولانا ندویؒ لکھتے ہیں:

(استاد علی الطنطاوی مختارات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ) ہم ثانویات شرعیہ کے طلبہ کیلئے مختارات ادبیہ کی کتب کی تلاش میں تھے کہ عربی ادب پر ان طلبہ کو کونسی کتاب پڑھائی جائے، مجلس مشاورت کے تمام ارکان نے بحث ومباحثہ کے بعد مختارات ابی الحسن (مختارات من ادب العربی) کو تمام پڑھائی جانے والی مختارات میں بہترین کتاب اور فن کے اعتبار سے جامع اور بیان کے اعتبار سے متلون ہونے کی بناء پر طلبہ کو پڑھانے کیلئے داخل نصاب کر لیا۔[6]

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے نثر میں عربی ادب پر بچوں کیلئے ایک اور کتاب ''القراءۃ الراشدہ'' کے نام سے تحریر فرمائی ہے،اس کا مقصد بھی یہ ہے کہ بچوں کو ادب عربی سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ اخلاق حمیدہ کا خوگر بنایا جائے اور اپنی اس کتاب کو ایسے اسلوب پر رکھا جس کو حاصل کرنے میں بچوں کو دشواری اور اکتاہٹ نہ ہو، جب قصص النبیین لکھ لی تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ سلسلہ نہ رکے تو انہوں نے القراءۃ الراشدہ تحریر کی چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

''مؤلف کی رائے میں یہ طے ہوا کہ قراءۃ الراشدہ کا یہ سلسلہ مسدود نہ ہو جو کہ عربی سے

روشناس کرانے کو شامل ہے اور ادب کو اس قسم کے اسلوب پر لکھا کہ تدریجاً اسکو بڑھایا جائے، ہندی مسلمانوں کے ذوق کے مطابق آسان اسلوب اختیار کیا گیا اور اسکو اجزاء تحریر کیا اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ:

1: ادبی دینی لغت ہو جس میں کتاب وسنت کے ادب کی خوبصورتی جھلکتی ہو۔

:2 جدید کلمات کا استعمال جس کا اصل مادہ اور اشتقاق عربی میں ہو اور عجمی زبان کے الفاظ اس میں داخل نہ ہوں۔

:3 عربی مفردات کی تکرار کی ہے تاکہ طالبعلم کی مشق ہو جائے۔

:4 انواع واقسام کے موضوعات رکھے تاکہ طالبعلم کو درس کے ساتھ علمی فائدہ ہو اور نئی معلومات اور تاریخی واقعات وحکایات سے واقفیت حاصل ہو۔

:5 حدیث میں وارد ہونے والی حکایات کو آسان لغت میں حکایات کہانی کی طرز پر لکھا گیا ہے تاکہ بچوں کو سمجھنا آسان ہو۔

:6 مہذب اور اخلاقی اسباق لکھے ہیں تاکہ زندگی کے مختلف مراحل یا شعبوں میں آداب اسلامی سے واقفیت حاصل ہو۔

:7 اور ایسے اسباق بھی شامل کئے گئے ہیں جو ادعیہ ماثورہ اور دینی آداب پر مشتمل ہیں۔

:8 اور اس کتاب میں دینی اسباق کے ساتھ ساتھ معلوماتی اسباق مثلاً نباتات، طبیعیات، حیوانیات اور جدید ایجادات پر مشتمل اسباق شامل ہیں"۔[7]

برصغیر میں عربی ادب کے حوالے سے جس نے تعمیری، فکری اور مثبت انداز میں کام کیا ان میں شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ کا نام بھی شامل ہے، جس نے عربی ادب پر نفحۃ العرب کے نام سے کتاب لکھی، جس میں سبق آموز حکایات وقصص اور آیات واحادیث کا تذکرہ آسان اسلوب و

لغت عربی میں دلنشین انداز میں کیا ہے۔ چنانچہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ فرماتے ہیں:

"میں نے (نفحۃ العرب میں) متقدمین کی کتب سے نوادرات جمع کئے ہیں اور میں نے ارادہ کیا کہ میں اسکو طالب علموں کے سامنے پیش کروں اور میرا ان اوراق اور حکایات لکھنے کا مقصد تحصیل اخلاق حمیدہ وفضائل ہے اسلئے کہ بچوں کے دل خالی لوح کی طرح ہوتے ہیں ان پر جو بھی نقش کر دیا جائے نقش ہو جاتا ہے۔"[8]

برصغیر میں مسلمانوں کو عربی دانی سکھانے کیلئے علماء ہند نے مختلف کتابیں بھی تحریر کی ہیں، اس سلسلے میں آج کے دور میں درس نظامی میں پڑھائی جانے والی کتاب "الطریقہ العصریۃ" قابل ذکر ہے جو کہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کی تحریر کردہ ہے۔ چنانچہ وہ پاکستان میں طریقہ تعلیم عربی اور اپنی کتاب الطریقہ العصریۃ کی وجہ تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"پاکستان میں عربی زبان کو عربی میں پڑھانے کا جامع پروگرام ہمارے استاد ڈاکٹر امین مصریؒ نے 1954ء میں دارالعلوم کراچی کے تعاون سے بنایا انہوں نے کراچی کے مختلف علاقوں میں بیس سے زائد عربی کی شبینہ کلاس کھولیں اور استاد موصوف کا طریقہ کار یہ تھا کہ شبینہ کلاس کیلئے درس تیار کرتے اور اساتذہ کے سامنے عملی طور پر اساتذہ کے سامنے پڑھاتے اور اساتذہ کو مشق کرواتے، انہی اسباق کا مجموعہ آخر میں (الطریقہ الجدیدۃ) کے نام سے طبع ہو کر سامنے آیا۔ مجھے ابتداء ہی سے اس کتاب کو پڑھانے کا موقع ملا اور مسلسل کئی برس تک پڑھاتا رہا۔ پاکستانی طلبہ کو پڑھانے کے دوران بہت سے نئے تجربات ہوئے اور مفید چیزیں سامنے آئیں جن کو میں نوٹ کرتا رہا اور انکی روشنی میں (الطریقۃ الجدیدۃ) کی طرز پر ایک نیا مجموعۃ درس مرتب کرتا گیا، یہاں تک کہ میرے پاس ان اسباق کا ایک مجموعہ تیار ہو گیا اور طلبہ کی سہولت کیلئے 1926ء میں اسٹینسل و پیپر سے چھاپ دیا اور اس طرح (الطریقۃ العصریۃ) کے نام سے ایک کتاب سامنے آگئی"۔[9]

اسی طرح عربی زبان کے قواعد آسان طریقے پر عربی سے اردو اور اردو سے عربی جملوں میں استعمال اور اسکے سکھانے کیلئے مولانا عبدالستار خاں نے عربی کا معلم کے نام سے 6 حصوں پر مشتمل کتاب تحریر کی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''ہندوستان کے ہر صوبے کے علمائے کرام اور معتمد جرائد ورسائل اور شیدایان عربی نے اس کتاب کی نسبت جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں ان کا خلاصہ یہی ہے کہ تسہیل عربی کیلئے جس قدر کوششیں کی گئیں ہیں ان سب میں یہ کوشش زیادہ کامیاب ہے یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسے سرکاری وغیر سرکاری مدارس میں داخل نصاب کردیاجائے تاکہ عربی کی تعلیم زیادہ آسان ہو جائے۔''[10]

مذکورہ بالادوحوالوں سے یہ بات باآسانی سمجھ آسکتی ہے کہ علماء بر صغیر نے علوم عربیہ لغات وادب اور عربی زبان کے قواعد کی ترویج واشاعت اور اس کو سیکھنے سیکھانے، پڑھنے پڑھانے کیلئے کس طرح اپنی خدمات انجام دی ہیں اور پڑھنے پڑھانے کے ساتھ عربی ادب ولغات اور عربی قواعد پر گراں قدر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ عبدالرحمن طاہر سورتی لکھتے ہیں:

''اسی طرح ہندوپاکستان کے بہت سے علماء جنہوں نے ان ملکوں میں علوم عربیہ کی بیش بہا خدمات انجام دیں اس قابل ہیں کہ ان کا تذکرہ عربی ادب میں جگہ پائے سر دست میں اپنے والد مرحوم کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ اس کتاب کو ختم کررہاہوں، ابو عبداللہ محمد بن یوسف سورتی 1307ھ میں ضلع سوات کے ایک گاؤں سامرود میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی، 7 برس کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا پھر فارسی اور عربی سیکھی۔ علوم عربیہ ودینیہ بالخصوص لغت سینکڑوں نادر عربی قصائد ہزاروں عربی اشعار اور لغات وانساب نوک زبان تھے''۔[11]

اسی طرح جامع ترین عربی اور اردو لغت پر بر صغیر ہند میں جنہوں نے کام کیا ان میں مولانا

وحیدرالزماں قاسمی کیرانوی(استاذو حدیث و عربی ادب دار لعلوم دیوبند) بھی مشہور و معروف ہیں انہوں نے عربی اردو لغت پر جامع ترین لغت بنام القاموس الوحید تحریر کی ہے جو کہ کم و بیش ایک لاکھ قدیم اور جدید عربی الفاظ کا عظیم ترین ذخیرہ ہے، جدید الفاظ،اصطلاحات، محاورات ضرب الامثال، مترادفات اور زندہ اسالیب کا ایک خزانہ جس سے کوئی درسگاہ، کتب خانہ،استاد یا طالب علم مستغنی نہیں ہو سکتا، چنانچہ مولانا عمید الزمان قاسمی جو کہ مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی کے برادر حقیقی ہیں وہ مولانا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

"برادر مرحوم مولانا وحید الزماں کیرانوی ضلع مظفر نگر یوپی کے معروف و مشہور قصبے "کیرانہ" میں پیدا ہوئے۔قدرت نے عربی زبان کی تعلیم و تدریس کا انہیں خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔دار العلوم اور دیوبند کے روایتی ماحول میں عربی زبان وادب سے دلچسپی پیدا کرنا اور عربی زبان پر تقریر و تحریر پر قدرت رکھنے والی ایک نسل تیار کر دینا مولانا مرحوم کا ایک ایسا کارنامہ ہے، جس نے ان کو ایک منفرد شناخت عطاء کی ہے چناچہ مولانا سید فخر الدینؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: "دار العلوم کے دامن پر عربی سے ناواقفیت کا جو داغ تھا وہ آپ نے اپنی محنت اور جد وجہد سے دھو دیا ہے"۔دار العلوم میں ان کی تدریس کا دور تقریباً تیس سالوں پر محیط ہے اس دوران کتب حدیث میں طحاوی شریف اور نسائی شریف جیسی کتابیں ان کے زیر تدریس رہیں، لیکن عربی زبان و ادب کی تعلیم و تدریس سے ان کا تعلق زیادہ رہا اسی عرصے میں القاموس الجدید اردو، عربی کے بعد القاموس الجدید عربی اردو منظر عام پر آئی اور القراۃ الواضحۃ کے ہر سہ اجزاء شائع ہوئے، جو دار العلوم دیوبند کے علاوہ برصغیر ہندو پاک کے بے شمار دینی مدارس، متعدد سرکاری کالجوں اور یونیورسٹیوں میں باقاعدہ داخل نصاب ہیں"۔[12]

مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانویؒ کا ایک گراں قدر کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے جدید

عربی الفاظ اور اردو الفاظ کے ہم معنی مفہوم کو جدید عربی میں منتقل کئے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''ہندوستان میں عربی زبان سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں عرصے سے ایک ایسے معجم کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی تھی جس میں اردو الفاظ کا مفہوم موجودہ عربی، زبان میں منتقل کیا جائے جس سے اردو داں بالخصوص طلبہ مدارس کیلئے نہ صرف عربی زبان دانی سہل ہو جائے بلکہ انہیں موجودہ عربی کے ضروری الفاظ، اصطلاحات اور تعبیرات سے اس حد تک واقفیت ہو جائے کہ انہیں ترجمہ وانشاء اور اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی میں کوئی دشواری پیش نہ آئے''۔[13]

نیز علماء برصغیر پاک و ہند نے عربی زبان میں لغات القرآن وقوامیس اور معاجم و کتب احادیث و کتب فقہ پر بھی بے شمار کتابیں لکھ کر دینی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جو کہ عربی ادب پر بہترین شاہکار ہیں۔ چنانچہ لغات القرآن پر قاضی زین العابدین سجاد (میرٹھ) کی قاموس القرآن مشہور و معروف ہے جس میں تمام الفاظ قرآنی کا صحیح اردو ترجمہ اور ان کی مکمل صرفی و نحوی تشریح نیز جملہ وضاحت طلب الفاظ پر سہل زبان میں مختصر جامع اور مستند نوٹ لکھے ہیں۔ چنانچہ قاضی صاحب قاموس القرآن کی وجہ تالیف تحریر فرماتے ہیں:

''اردو زبان میں جب تصنیف و ترجمہ کا دور شروع ہوا اور حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ نے اردوئے معلّٰی کے آئینہ خانے میں قرآن کریم کے معانی و مطالب کے لعل و جواہر سجائے اور اپنا پہلا بامحاورہ اردو ترجمہ قرآن کریم مرتب کیا تو لغات قرآن کے موضوع پر بھی ایک مختصر کتاب ترتیب دی، کتاب بہت مختصر تھی جس میں الفاظ کے معانی اور ان کی مختصر لفظی تشریح درج کی گئی تھی۔ شاہ صاحب کے اس بنیادی کام پر بعض دوسرے اہل علم نے اضافے بھی کئے اور کئی کتابیں طبع ہو کر بازار میں آئیں مگر الفاظ قرآنی کی صرفی و نحوی تشریح سے ان کا قلم آگے نہ بڑھ سکا۔ میں ایک ایسی لغات القرآن کی ضرورت محسوس کر رہا تھا، جس میں مہمات قرآن کریم کی تشریحات، تھکا

دینے والے طویل اور خشک مضامین کی صورت میں نہ ہوں، بلکہ اختصار و جامعیت کے ساتھ سادہ و شیریں زبان میں ضرورت کی ہر بات بیان کر دی جائے''۔[14]

اسی طرح لغات القرآن پر ایک اور کتاب جس کو سندھ کے مشہور عالم عارف باللہ مولانا حماد اللہ ھالیجویؒ نے تالیف کیا ہے اسکا نام لغات القرآن المسمٰی بہ الیاقوت و المرجان ہے ،عربی زبان میں ہے جو کہ حروف تہجی کے اعتبار سے مشکل الفاظ قرآن کے معانی و مفاہم درج ہیں عاف باللہ حضرت مولانا حماد اللہ ھالیجویؒ محقق بلند پایہ عالم دین ماہر علوم عربیہ اور صوفی بزرگ تھے، چنانچہ اس کتاب کے مقدمہ میں حضرت مولانا یوسف بنوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے قرآن کی لغت کو سمجھنا بنیادی نقطہ ہے، فہم قرآن کیلئے سب سے اول مرحلہ یہی ہے پھر اسکی تاویل و تفسیر کو سمجھنا، صرفی، نحوی تحقیق کی سمجھ حاصل کرنے اور علوم بلا غت اور ادبی حقائق کو سمجھنے کا مرحلہ بعد میں آتا ہے اس وجہ سے علمائے اسلام اور ائمہ لغت عربیہ نے قرآنی لغات اور اسکے عجائبات کی تشریح اور مشکلات کی وضاحت اور اسکو حل کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔''[15]

مذکورہ بالا حوالوں سے اتنا تو معلوم ہو چکا ہے کہ بر صغیر میں اسلام کی آمد کے بعد ہی سے عربی زبان کی تشریح واشاعت کا کام شروع ہو چکا تھا اور اسلامی احکامات کو سمجھنے کے لئے عربی زبان سیکھی جانے لگی اور مندرجہ بالا سطور میں گزر چکا ہے کہ اسلامی احکامات سیکھنے اور اسکی نشرواشاعت کے ساتھ ساتھ عربی زبان (جو کہ شریعت اسلامیہ کا بنیادی ماخذ ہے کی ترویج اور اسکی نشرواشاعت لغات، قوامیس، معاجم کتب تفاسیر واحادیث وفقہ کی صورت میں کی جانے لگی اور اس سلیقے، محنت و لگن اور بہترین طریقے پر یہ کام کیا کہ علماء عرب کی گردنیں جھکا دیں اور اپنی علمیت اور مہارت فی العلوم العربیہ کا لوہا منوایا جسکے شواہد سپرد قرطاس کئے جا چکے ہیں۔

اصول تفسیر پر بھی عربی زبان میں برصغیر کے بہت سے علماء نے کتابیں لکھی ہیں ان میں سے ایک دو کتابوں کا تذکرہ کریں گے۔اصول تفسیر پر ایک کتاب حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے عربی زبان میں بنام یتیمۃ البیان فی شئ من علوم القرآن تحریر کی ہے، جسکو مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ نے قیمتی موتی اور عظیم خزانے سے تعبیر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں توفیق عطاء فرمائی کہ ہم اس قیمتی موتی اور عظیم خزانے کو علماء طلبہ کے سامنے پیش کریں جو کہ یتیمۃ البیان فی شئ من علوم القرآن کے نام سے موسوم ہے۔''[16]

برصغیر پاک وہند کے عجمی علماء نے اپنی عربیت کا عرب سے لوہا منوایا اور انہوں نے عربیت اور جلالت علمیت سے عرب علماء کے سر جھکا دیئے اور بالآخر انہوں نے ان عجمی علماء کی علمیت کے سامنے سر تسلیم خم۔ برصغیر کے علماء نے نہ صرف عربی زبان میں کتب تحریر کی بلکہ بہت سی فارسی اور اردو کی کتابوں کو عربی زبان میں اس شائستگی سے منتقل کیا گویا کہ وہ کتاب کسی عرب نے لکھی ہو، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر حضرت شاہ ولی اللہؒ کی فارسی زبان میں لکھی ہوئی کتاب ہے جسکو شستہ اور فصیح عربی زبان میں دار العلوم دیوبند کے استاذ الحدیث مولانا سعید احمد پالن پوری مدظلہ نے منتقل کیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کو عربی میں لکھنے کی وجہ تحریر کرتے ہیں:

''اس کتاب سے قبل عربی زبان میں اس کو منتقل کیا گیا تھا لیکن ان تراجم میں تسامح اور عربی عبارات میں فارسی عبارات کے مقابلے میں تبدیلی آگئی تھی تو میں نے اس عبارت کے خلل اور تعبیر کی غلطی اور تسامح کو دور کرنے کی وجہ سے اسکا ترجمہ کیا اور تشریح میں ان تسامحات کی وضاحت بھی کی اور (عربی ترجمہ) میں فارسی عبارت کو تبدیل نہیں کیا گیا''[17]۔

برصغیر کے علماء میں سے ایک عالم جنہوں نے احادیث پر عربی زبان میں ایک مجموعہ تیار کیا جس کا نام آثار السنن ہے، سے ان کی علوم عربیت میں مہارت نظر آتی ہے۔ چنانچہ اس کتاب

کے بارے میں لکھتے ہیں:

"نوی صدی ہجری کے بعد جب بلاد عربی میں علوم حدیث کے ساتھ شغف میں ضعف ظاہر ہونے لگا تو غیر منقسم ہندوستان کے علماء نے علم حدیث کی طرف خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ توجہ کی اور علوم حدیث میں جلیل القدر کتابیں تالیف کیں، جن کی افادیت اور علوم نبوت کی روشنی ہمیشہ زمانہ کی جبین پر باقی رہے گی، پھر ان میں سے ایک جماعت نے امہات کتب حدیث و سنت کے احادیث صحیح کے ذوق حدیث اور اسکی فقہ بالخصوص مذہب حنفی کے ساتھ تطبیق میں امتیاز حاصل کیا انہی علماء میں سے ایک عظیم بزرگ شیخ ظہیر احسن نیموی بہاریؒ ہیں۔ انہوں نے کتاب العمدۃ للمقدسی، المنتقی لابن تیمیہ بلوغ المرام للحافظ ابن حجر اور انکی طرح اور کتب مؤلفہ در بارہ احکام کے طرز کی کتاب تالیف کی جس میں امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق صحیح روایات کا اہتمام کیا گیا اور اسکا نام "آثار السنن" رکھا"۔[18]

اسی طرح عربی زبان میں مولانا یوسف بنوریؒ نے سنن ترمذی کی شرح بنام معارف السنن لکھی ہے جس کے بارے میں مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"یہ کتاب جامع ترمذی کی عظیم شرح ہے (اس کتاب کی تالیف کے ذریعے) سنت نبویہ اور حدیث شریف اور مذہب حنفیہ اور دین کی (عظیم) خدمت کی گئی ہے اور اس کتاب میں اپنے استاد علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے لطیف مباحث اور دقیق معلومات کو جمع کیا اور اس کتاب کے ذریعے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور طلبہ علوم نبویہ اور اساتذہ علم حدیث کو نفع عظیم پہنچایا ہے"[19]۔

اسی طرح فقہ میں بھی عربی زبان میں کتب تحریر کی ہیں جن میں فقہ کی کتاب "الفقہ المیسر" کا ذکر کریں گے جس کو عربی زبان میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مدرّس مولانا شفیق الرحمن الندویؒ نے اسلامی احکامات کو فقہی انداز میں چھوٹے بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق تحریر کیا

ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''اس مختصر کتاب میں احکام فقہ مثلاً ابواب الطھارۃ والصلوٰۃ و الصوم والزکوٰۃ والحج والاضحیۃ کوامام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق جمع کیا ہے، دراصل یہ کتاب شیخ حسن بن عمار الشرنبلالی مصری حنفی کی کتاب ''نور الایضاح'' کی طرز پر ہے اور مسائل اسی میں سے اکٹھے کئے گئے ہیں اور دیگر کتب فقہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ لیکن یہ کتاب ابتدائی عربی پڑھنے والے چھوٹے بچوں کے ذہن کے مطابق آسان اسلوب میں تحریر کی ہے تاکہ ذہن کسی تشویش میں مبتلا نہ ہو اور اسکو آسانی سے سمجھ سکیں''۔[20]

اسی طرح برصغیر پاک وہند کے علماء نے فلکیات، منطق، اور علم العروض والقوافی پر بھی عربی زبان میں کتب تحریر فرمائی ہیں جو کہ عربی ادب پر ایک شاہکار ہیں۔ چنانچہ علم فلکیات کے موضوع پر عربی زبان میں حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمتہ اللہ نے تحریر فرمائی ہے جو الھئیۃ الوسطیٰ کے نام سے موسوم ہے پھر اس کے بعد عربی زبان میں ہی الھئیۃ الکبریٰ تحریر فرمائی ہے، چنانچہ مولانا محمد موسیٰؒ روحانی بازی لکھتے ہیں کہ:

''یہ کتاب حجم کے اعتبار سے چھوٹی ہے لیکن علم فلکیات، کہکشاؤں اور ان کے مدار کے بیان میں بڑی (عظیم الشان) کتاب ہے جس کو اکابر علماء و فضلاء کی درخواست پر تحریر کیا گیا ہے۔ اور یہ کتاب اس علم کی طرف رغبت کرنے والوں کے سینوں کو کھولنے کا آلہ اور چراغ ہے''[21]۔

ساتھ ساتھ یہ بھی تذکرہ کرتے چلیں کہ مولانا محمد موسی روحانی البازیؒ جن کی کتاب کا تذکرہ مذکورہ بالا سطور میں ہوا ان کو علوم عربیہ ولغت عربی میں خصوصی مہارت حاصل تھی ان کو علوم عقلیہ ونقلیہ، علم حدیث والتفسیر اور علم فقہ، علم اصول تفسیر وعلم اصول حدیث، اصول فقہ، علم عقائد وادب سمیت مختلف علوم، علم لغت عربی وعلم الادب العربی جو کہ 12 علوم و فنون پر مشتمل

ہے کمال کی دسترس حاصل تھی۔مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی خود تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل واحسان میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عاجز کو علوم نقلیہ وعقلیہ میں تبحرّ ودسترس عطا فرمائی ہے۔مثلاً: علم الحدیث وعلم التفسیر، علم فقہ واصول فقہ واصول التفسیر واصول الحدیث، علم العقائد والتاریخ اور مختلف علوم مثلاً علم لغت عربی و ادب وعلم الصرف، علم اشتقاق، علم النحو، علم المعانی وبیان وعلم بدیع و(علم قرض) شعر......الخ''[22]

اسی طرح پروفیسر علی محسن صدیقی جنہوں نے عربی قصیدہ یعنی قصیدہ بردہ کا اردو ترجمہ اور اسکی تشریح کی ہے اور بہتر انداز میں اسکے مطالب کو لغوی، صرفی ونحوی تحقیق کے ساتھ مختصر مطلب کے ساتھ سمجھایا گیا چونکہ عربی قصیدہ پروہ مشہور ومعروف ہے اسلئے انکے متعدد تراجم کئے گئے ہیں جن میں سے ایک ترجمہ بردۃ المدیح کے نام سے پروفیسر علی محسن صدیقی کا لکھا ہے۔چنانچہ پروفیسر صاحب قصیدہ بردہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کو حضرت محمد مصطفیﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ جو وابستگی ہے، اسکے نتیجے میں ان کے شعری ادب میں نعتِ رسولﷺ کا معتدبہ اور گراں قدر ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔قریب قریب ہر اسلامی زبان کے شعری مجموعے کا ایک بڑا مجموعہ نعتیہ کلام پر مشتمل ہے۔عربی زبان جو اسلامی خیالات کا سرچشمہ اور قرآن مجید کی زبان ہونے کے باعث ایک مقدس زبان ہے نعتیہ اشعار کا ایک ایسا بحر ذخّار اپنے جلو میں رکھتی ہے۔جس کی زبان کے آگے دوسری زبانوں کے نعتیہ کلام کیفیت وکمیت کے لحاظ سے جوئے کم آب سے زیادہ نہیں۔آغاز اسلام سے تاحال عربی شعراء نعت رسول اکرمﷺ کے دُرّہائے شہوار سے اس زبان کے دامن کو مالا مال کرتے رہے ہیں۔عربی نعت گو شعراء میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے بعد جس شاعر کے کلام کو سب سے زیادہ شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار میں بارملا وہ امام محمد بن سعید بوصیری ہیں۔بوصیری نے متعدد نعتیہ قصائد لکھے۔

ان کے مجموعہ اشعار کا عنصر غالب یہی صنف سخن ہے، مگر جس قصیدے نے انہیں روشناس خاص و عام کیا وہ ان کا مشہور قصیدہ بردہ ہے"۔[23]

اسی طرح علم منطق پر نہایت آسان اسلوب اور عربی لغت وادب کے پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علم منطق پر مولانا انور بدخشانی نے تسھیل المنطق کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں علم منطق کی افادیت واہمیت کو دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ :

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم عقیدہ اور علم اصول فقہ یہ دونوں بنیادی علوم ہیں، علم منطق کی اصطلاحات اور اسکے قواعد کی رعایت کئے بغیر ان دونوں علوم کی کتب کی تعلیم اور اس سے استفادہ ممکن نہیں ہے۔ علم منطق سے محروم شخص ان دونوں علوم سے محروم رہتا ہے، مجھے 1407ھ میں علم منطق کی تدریس کی ذمہ داری مختلف بیرونی ممالک سے جامعہ علوم اسلامیہ میں آئے طلبہ کو پڑھانے کی سونپی گئی جو پاکستان میں رائج زبان اردو سے ناواقف تھے اور ان کو عربی زبان میں دی جاتی تھی، چنانچہ میں نے ارادہ کیا کی میں ان کیلئے عربی زبان میں منطق پر کتابچہ تحریر کروں"۔[24]

یہ بات بھی واضح رہے کہ برصغیر پاک وہند کے علماء نے عربی انشاء پر بھی گراں قدر نمایاں خدمات انجام دیئے ہیں، اسی سلسلے کی ایک کڑی معلم الانشاء ہے جس میں صرفی ونحوی ضروری قواعد کے ساتھ اردو سے عربی، عربی سے اردو جملوں اور مضامین ومقالہ جات عربی زبان میں تحریر کرنے اور عربی تحریر میں پختگی وشائستگی پیدا کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، چنانچہ مولانا ابو الحسن علی ندوی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ :

"انشاء تمام زبانوں کا ایک اہم مضمون ہے۔ موجودہ جمہوری دور اور صحافتی و مجلسی زندگی نے اسکی اہمیت کو اور روشن کر دیا ہے، دعوت تبلیغ کے تقاضوں، ملکوں اور قوموں کے ارتباط و تعلق نے اسکو نہ صرف اجتماعی وادبی بلکہ دینی اہمیت بھی بخش دی ہے۔ ان حقائق و واقعات نے انشاء کے

ایک ایسے سلسلے کی ترتیب کی طرف متوجہ کیا جو عربی مدارس کے اساتذہ کی پوری راہ نمائی کر سکے اور عربی مدارس میں تعلیم وانشاء کا نصاب بن سکے۔اسی طرح وہ بچوں کے ضروری قواعد کو عملی مشق و تمرین اور اجراء کا ذریعہ بن سکے،وہ انشاء اور تحریر کے جدید ترین اصولوں اور تجربوں مطابق ہونے کے ساتھ اسلامی ودینی روح کا حامل ہو"[25]۔

مذکورہ بالا تحریر اور حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ برصغیر میں علوم عربیہ پر تحقیق اور اسکی خدمت محض زبان دانی کیلئے یا کسی دنیاوی مقاصد یا مراعات کے حصول کیلئے نہیں ہے بلکہ دین و شریعت کے بنیادی مآخذ عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے علماء برصغیر نے اپنی گراں قدر نمایاں خدمات پیش کیں اور عربی ادب پر کتب محض عربی زبان پر عبور اور اسمیں مہارت تامہ کے حصول کیلئے نہیں لکھی گئیں(اگرچہ مقصد یہ بھی ہے)بلکہ اسکے ساتھ ساتھ مسلمان نوجوانوں اور بچوں میں دینی واخلاقی شائستگی اور معلومات اور اسلامی احکامات سیکھنے اور ان کی واقیت کا پہلو بھی ہمیشہ مد نظر کھا۔یہی وہ پہلو ہے جس نے علماء برصغیر کو عالم اسلامی میں ایک نمایاں تشخص حاصل ہوا اور علماء عرب نے انکی خدمات کو قابل تحسین سمجھا اور انکی علوم عربیہ میں مہارت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور انکی تصنیف کردہ کتب کو اپنی درسگاہوں میں داخل نصاب بھی کر دیا۔

مراجع ومصادر

---

[1]اساتذہ مدرسہ عائشہ صدیقہ البنات،لسان القرآن،مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات،کراچی،2000ء،ج1،ص5

[2]زیات،استاد احمد حسن،مترجم عبدالرحمن طاہر سورتی،تاریخ ادب عربی،غلام علی بھٹی پرنٹر،لاہور،ص21-22

[3]بحوالہ بالا،لسان القرآن،ج1،ص4

[4]ندوی،ڈاکٹر عبدالحلیم،تاریخ ادب عربی،ترقی اردو بورڈ،دہلی،1979ء،ص13

[5]ندوی،مولانا ابوالحسن علی،قصص النبییّن،مجلس نشریات اسلام،کراچی،2008ء،الجزء الاوّل،ص100

[6]ندوی، مولاناابوالحسن علی، مختارات من ادب العربی، دار ابن کثیر، بیروت، 1383ھ، ص5

[7]الندوی، ابوالحسن علی الحسینی، القراءۃ الراشدہ، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 2016ء، ص11-12

[8]مولانااعزاز علی، نفحۃ العرب، المصباح، لاہور، س ن، ص7

[9]اسکندر، مولاناڈاکٹر عبدالرزاق، مقدمیٰ الطریقہ العصریۃ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، الطبعۃ التاسع، 1996ء، ص4-5

[10]مولاناعبدالستار خان، عربی کا معلم، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی، س ن، ج1، ص6

[11]بحوالہ بالا، زیات، استاداحمد حسن، مترجم بالاردو یہ عبدالرحمن طاہر سورتی، تاریخ ادب عربی، ص607-608

[12] قاسمی، مولاناوحیدالزمان، القاموس الوحید، دارالاشاعت، لاہور، 2001ء،، ص87، 84، 81

[13]کیرانوی قاسمی، مولاناوحیدالزماں، القاموس جدید، ادارہ اسلامیہ، لاہور، 1990ء،، ص7

[14]میرٹھی، قاضی زین العابدین سجاد، قاموس القرآن، دارالاشاعت، کراچی، 1994ء، ص10-11

[15]ھالیجوی، مولاناحماداللہ، لغات القرآن المسمی بہ الیاقوت والمرجان، مجلس تعاون اسلامی، پاکستان، 2001ء، ص5

[16]بنوری، مولانامحمد یوسف، (مقدمہ) مولاناحبیب اللہ، یتیمۃ البیان فی شئی من علوم القرآن، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی، 1418ھ، ص5

[17]دہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، تعریب وتعلیق، مولاناسعیداحمد پالن پوری، المصباح، لاہور، ص9

[18]حقانی، مولاناعبدالقیوم، توضیح السنن شرح آثار السنن، القاسم اکیڈمی، سرحد 2007ء، ص66

[19]بنوری، مولانامحمد یوسف، معارف السنن، مجلس دعوۃ التحقیق الاسلامی، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، ج1، ص49

[20]الندوی، مولاناشفیق الرحمن، الفقہ المیسّر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1996ء، ص7

[21]بازی، مولانامحمد موسی روحانی، الھیۃ الوسطی، مکتبۃ الحرمین، لاہور، س ن، ص1

[22]بازی، مولانامحمد موسی روحانی، البرکات المکیۃ فی الصلوٰت النبویہ، ستارہ کیمیکل انڈسٹریز، فیصل آباد، س ن، ص11

[23]صدیقی، پروفیسر علی محسن، بردۃ المدیح، طاہر سنز، کراچی، 2012ء، ص5-6

[24]بدخشانی، مولانامحمدانور، تسہیل المنطق، بیت العلم، کراچی، س ن، ص1-3

[25]ندوی، مولاناعبدالماجد، معلم الانشاء حصہ دوم، مجلس نشریات اسلامیہ، کراچی، 2015ء، ص15-16